قدرتی نظام وحدت

از
(جناب مولوی ظفیر الدین صاحب استاذ دار العلوم معینیہ سانحہ)

"قدرتی نظام اجتماع" کے عنوان سے گذشتہ سال "نظام مساجد" کا ایک باب آپ پڑھ چکے ہیں، اسی سے متعلق ایک اور باب پیش خدمت ہے، خدا کرے اہل علم میں پسندیدگی کی نظر سے دیکھا جائے اور عند اللہ مقبول ہو" (ظفیر)

نظمِ جماعت کا نفع تشنۂ تکمیل رہ جاتا۔ اگر اس کی شیرازہ بندی عمل میں نہ لائی جاتی مگر حضرت حق جل مجدہٗ کی حکمتِ بالغہ ایسا کیوں کر کر سکتی تھی، چنانچہ رسول الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اس کی تکمیل جیسی چاہئے تھی رب العزت نے فرما دی، اور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول وعمل سے اس کے ایک ایک شعبہ کو اجاگر اور مستحکم فرما دیا اور اس طرح امامتِ صغریٰ کے سلک گہر میں نظم جماعت کو منظم و منضبط کر کے امامتِ کبریٰ کی شاہراہ قائم فرما گئے۔ تاکہ دینی نظام سے دن رات دنیاوی نظام جہانبانی کا سبق تازہ ہوتا رہے، اور منتشر اور پراگندہ افراد کو اجتماعی زندگی کی پوری مشق ہو جائے

نظامِ وحدت اور یکجہتی کی جو مثال مسجدوں کے اس دینی نظام میں ملحوظ رکھی گئی ہے، کہیں اور نہیں مل سکتی، توحید کا نظارہ اور اس کی نورانی شعاعیں جو یہاں پائی جاتی ہیں وہ آئندہ تفصیل سے معلوم ہو سکیں گی۔

امامت واجتماعیت | مسجدوں کے اس قدرتی نظام میں جو مضبوطی اور استحکام ہے اور انفرادی زندگی کو جس طرح عمل سے رد کیا گیا ہے وہ اپنی آپ مثال ہے، کوئی ایسا

ے اپنے محلہ اور امام مسجد کو یہ مضمون پہنچا دیجئے اور پھر اسی کے ذریعہ نمازیوں کو بھی ۱۲

سوراخ باقی نہیں چھوڑا گیا ہے جہاں سے متفردانہ زندگی کا چشمہ پھوٹ پڑنے کا اندیشہ ہو، رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم نافذ فرما دیا ہے کہ کہیں تین یا دو شخص بھی ہوں تو بھی ان میں سے ایک کو اپنا امام منتخب کر لیا جائے۔

اذا کانوا ثلثۃ فلیؤمہم احدہم	تین ہوں تو بھی ان میں کے ایک کو امامت
واحقہم بالامامۃ اقرأہم	کرنی چاہئے اور حق امامت بڑے عالم

(مسلم باب من احق بالامامۃ ج ۱ ص ۲۳۶) کو ہے۔

تین کی قید اتفاقی ہے مطلب یہ ہے کہ جب ایک سے زیادہ ہوں تو لوگوں کو چاہئے کہ ایک کو اپنا پیشوا منتخب کر لیں اور اس کو منتخب کریں جو قرآن اور دین کا زیادہ علم رکھتا ہو حضرت مالک بن الحویرث رض ایک مرتبہ اپنے چچازاد بھائی کے ساتھ دربارِ رسالت میں حاضر ہوئے اور سفر کے تذکرہ پر آپ نے ان کو حکم فرمایا

اذا سافرتما فاذنا واقیما ولیومکما	تم دونوں جب سفر کرو تو سفر میں نماز کے لئے
اکبرکما (بخاری)	اذان پکارو، اقامت کہو اور جو بڑا ہو امامت کرے

نظام وحدت کا استحکام پیشوا بنایا جائے تو اس طرح کہ اس کی ہر حرکت و سکون کی پیروی کی جائے وہ جب مالکِ حقیقی کے روبرو مناجات کرے تو سب کے سب خموشی سے ہمہ تن گوش ہو کر سنیں، اور باادب سیدھے کھڑے رہیں، وہ جب اس کی باعظمت ربوبیت کے آگے جھکے، تو بے چون وچرا سب جھک جائیں اور اس کی عظمت و ربوبیت کا بار بار اقرار کریں اور وہ جب پھر سر اٹھا کر سجدے میں گر جائے، تو بلا پس وپیش ایک ایک فرد اپنی اونچی پیشانی اس کے آگے ڈال دیں اور اپنی عاجزی اور اس کی صفتِ علو کا عملی طور پر اعلان کریں۔ مختصر یہ کہ باضابطہ اس کی پیروی کی جائے کیونکہ ارشاد نبوی ہے

انما جعل الامام لیؤتم بہ	امام تو بس اسی لئے بنایا گیا ہے کہ اس کی پیروی
(بخاری باب انما جعل الامام الخ)	کی جائے۔

پیروی اور اقتدا نام ہی اس کا ہے کہ امام جو بھی کرے، ہو بہو اس کی پیروی میں ہی مقتدی اور پیروکار بھی کرے اپنے امام سے پہلے کوئی بھی مقتدی جنبش نہیں کر سکتا، اور نہ کسی حرکت و سکون میں اس کی مخالفت کی اس کو گنجائش ہے۔

لا تبادروا الامام اذا کبر فکبروا واذا قال ولا الضالین فقولوا آمین واذا رکع فارکعوا واذا قال سمع اللہ لمن حمدہ فقولوا ربنا لک الحمد (مسلم باب النہی عن مبادرۃ الامام)	امام پر سبقت نہ کرو، جب وہ تکبیر کہے تو تکبیر کہو اور وہ جب ولا الضالین کہے تو آمین کہو، اور وہ جب رکوع کرے تو رکوع کرو، اور جب سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم ربنا لک الحمد کہو۔

نظامِ وحدت کی مخالفت

خدانخواستہ کسی نے اگر امام کی کسی حرکت و جنبش میں مخالفت کی، یا اس پر کسی رکن وغیرہ کی ادائیگی میں سبقت کی تو پھر وہ اصولاً متبعین اور مقتدین کی جماعت سے کٹ گیا، اور اپنی اس بے باکانہ روش سے خطرے میں گھر گیا، اور عذابِ الٰہی کو اس نے اپنی طرف متوجہ کر لیا، کسی اور کا نہیں بلکہ سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

اما یخشی الذی یرفع راسہ قبل الامام ان یحول راسہ راس حمار (مسلم باب تحریم سبق الامام الخ ص ۱۸۱)	جو امام سے پہلے اپنا سر اٹھاتا ہے کیوں وہ اس سے نہیں ڈرتا کہ اس کا سر، گدھے کے سر سے تبدیل کر دیا جائے۔

جرم بظاہر اتنا معمولی مگر سزا اتنی بڑی؟ بلاشبہ اس نے احترامِ قانون پس پشت ڈال دیا اور یکجہتی اور نظامِ وحدت میں خلل انداز ہو گیا جو اپنی نوعیت میں معمولی ہونے کے باوجود بڑا جرم ہے، کیونکہ اس نے اپنی پیشانی رب العزت کے قانون سے نکال کر شیطان کے ہاتھوں میں دے دی۔

الذی یرفع راسہ او یخفضہ قبل الامام فانما ناصیتہ بید الشیطان	جو مقتدی اپنا سر امام سے پہلے اوٹھاتا یا جھکاتا ہے تو بلاشبہ اس کی پیشانی شیطان کے ہاتھ

سے دانما مالك (مشکوٰۃ) ہے۔

اس عنوان قباحت سے بڑھ کر اور کیا روک تھام کی کوشش ہو سکتی ہے، اس قباحت وشناعت کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ نظام وحدت کی اہمیت کا احساس خوب ذہن نشین ہو جائے اور اس احساس کی تازگی کے ساتھ استحکام نظام کی پوری جدوجہد جاری رکھی جائے، تاکہ اس کا فائدہ ظاہراً باطناً ہر طرح نمایاں ہو سکے کیونکہ بہت سارے فوائد کا دار ومدار محض اس یکجہتی اور امام کی کامل اقتداء میں مضمر ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی عملی زندگی میں اس کی پوری نگرانی فرمائی، حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ آپ نے ایک دن ہم لوگوں کو نماز پڑھائی، نماز جب ختم ہو چکی، تو ہماری طرف متوجہ ہوئے، اور فرمایا اے لوگو! رکوع۔ سجدہ۔ قیام اور انصراف میں سبقت (پہل) نہ کرو، میں تم کو اپنی پشت کی طرف سے بھی ایسا ہی دیکھتا ہوں جس طرح سامنے سےؐ۔

اس تاکید کی انتہا ہے کہ حالت نماز میں بھی مقتدیوں کی چوک سے غافل نہیں رہتے اور پھر ان پر اس راز کو منکشف فرما کر حقوقِ نماز اور فرائضِ اقتدا کی تاکید فرماتے ہیں۔ کیوں بغیر کسی شرعی رمز کے یہ سب کچھ تاکیدیں ہو رہی ہیں، نبی کی نگاہ سے بڑھ کر دوربیں انسانوں میں اور کس کی نگاہ ہو سکتی ہے، اور بالخصوص خاتم النبین صلی اللہ علیہ وسلم کی، بس یہی سب سے بڑی دلیل ہے کہ اس شرعی اقتدا میں بے انتہا دینی اور دنیاوی فائدے ہیں۔

امام پر سبقت اور اسکی ممانعت

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کے ان ارشادات اور ان کی حکمتوں کو خوب سمجھا تھا اور اسی کا نتیجہ تھا انھوں نے اس ہدایت پر پورا پورا عمل کیا حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں، کہ ہم لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے

ا۔ مسلم باب تحریم سبق الامام برکوع اور سجود ونحوهما ص١٨٠ ج١

نماز اس طرح پڑھتے تھے، کہ آپ جب سمع اللہ لمن حمدہ رکوع سے اٹھتے ہوئے فرماتے، تو ہم سیدھے کھڑے ہو جاتے، اور اس وقت تک اپنی پیٹھ سجدہ کے لئے نہیں جھکاتے، جب تک آپ اپنی پیشانی زمین پر رکھ نہ لیتے [1]

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے ایک دفعہ ایک شخص کو دیکھا کہ اس نے امام پر پہل کی، یہ دیکھ کر اس سے فرمایا تو نے نہ تنہا نماز پڑھی، نہ امام کے ساتھ، پھر آپ نے اُس کو سزا دی اور فرمایا، نماز لوٹالو [2]

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حدیث نقل کی ہے کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشنگوئی فرمائی تھی کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا، کہ وہ نماز پڑھینگے مگر ان کی نماز نماز نہ ہوگی" اس حدیث کے بعد تحریر فرماتے ہیں

"مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں وہ زمانہ مرا یہی زمانہ نہ ہو، میں نے سیکڑوں مسجدوں میں نماز پڑھی ہوگی مگر کہیں بھی نہیں دیکھا، کہ اہل مسجد نماز اس کے پورے حقوق کے ساتھ ادا کرتے ہیں، یا نماز میں وہ طریقہ اختیار کرتے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابۂ کرامؓ سے ثابت ہیں، پس اے نمازیو اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ اپنی نماز خوب سنبھل کر پڑھو، اور ساتھ ہی اپنے ساتھیوں کی نماز کا خیال رکھو، کہ ان کی نماز مع حقوق ادا ہو سکے۔

سن لو! اگر کوئی خود خوب اچھی نماز پڑھتا ہے اور اس کے سارے حقوق کا لحاظ بھی رکھتا ہے مگر وہ دیکھتا ہے کہ دوسرا شخص اپنی نماز پورے حقوق کے ساتھ نہیں ادا کرتا، وہ اپنے امام پر حرکت و سکون میں پہل کرتا ہے پھر بھی وہ خموشی اختیار کر لیتا ہے، اس کو اس کی غلط روی پر نہ ٹوکتا ہے، نہ اس کی غلط روی کی قباحت بیان کرتا ہے، اور نہ وہ اسکی اصلاح کی سعی کرتا ہے تو وہ بھی بلا شبہ اس کے ۔۔۔ اس گناہ میں شریک سمجھا جائے گا، اور اپنی نماز حسن و خوبی کے ساتھ ادا کرنے کے باوجود وہ دوسرے کی نماز میں قصور وار ہوگا"

امام صاحبؒ کے اس بیان کے لب و لہجہ پر بار بار غور کیا جائے۔ اور جس شدومد سے اس کی اہمیت ذہن نشین کرنا چاہتے ہیں اس کو سمجھنے کی کوشش کی جائے۔

---

[1] مشکوۃ عن البخاری والمسلم [2] کتاب الصلوٰۃ للامام احمد [3] کتاب الصلوٰۃ وما یلزم فیہا للامام احمد ص ۲

اصلاحِ امت بلاشبہ ہر مسلمان پر اپنی ذمہ داری کے علاوہ دوسرے مسلمانوں کی ذمہ داری بھی عاید ہوتی ہے۔ اس امت مرحوم کا طغرائے امتیاز ہی یہ بیان کیا ہے کہ ہر بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور ہر ناپسندیدۂ الٰہی سے باز رکھنے کی تلقین کرتے ہیں۔

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ	تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے پیدا کئے گئے ہو،
تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ	کہ تم نیک کاموں کا حکم کرو
عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران - ۱۲)	اور برے کاموں سے روکو۔

صحابۂ کرام رضی اللہ علیہم کی پوری زندگی اس کا زندہ ثبوت ہے، کیا یہ حقیقت نہیں کہ جب واقف کار کسی غلط روی اور ناجائز امور پر چشم پوشی کرتا ہے تو وہ غلط روی اور ناجائز امور وبا کی طرح پھیل پڑتے ہیں اور اس کا ضرر عام ہو جاتا ہے، جس میں بکثرت لوگ مبتلا ہونے لگتے ہیں،

پھر یہ مسئلہ اپنی جگہ مسلم ہے کہ اس کا مواخذہ ہر ایک باخبر سے ہوگا، اس نے دیکھ کر بھی اصلاح کی کوشش کیوں نہیں کی، خموشی کو کیوں راہ دی، یہ ذمہ داری صرف اصطلاحی عالم پر نہیں عائد ہوتی ہے بلکہ جو مسلمان جتنا بھی جانتا ہے اس پر اسی قدر ذمہ داری آتی ہے۔ ابتدائے اسلام میں دین کی تبلیغ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اسی جذبہ کے احساس کے ساتھ کی، ضرورت ہے کہ یہ سنت پھر زندہ کی جائے اور وہ بروئے کار لائی جائے عوام کی نماز میں جو خامی چلی آرہی ہے اسے ان پر ظاہر کیا جائے اور اس کی شرعی اصلاح کی جائے، امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ پر قدر بسط و تفصیل سے (احیاء العلوم میں) بحث کی ہے۔ امام احمد بن حنبل رح نے بھی کتاب الصلوٰۃ میں اس مسئلہ کو کھول کر لکھا ہے،

جماعت کی ظاہری ہیئت مختصر یہ کہ امام کی اقتدا ہر نوع کامل ہونی چاہئے، اور پوری ذمہ داری کے ساتھ ہونی چاہئے ہر مقتدی پر امام کی متابعت اس حد تک ضروری ہے کہ وہ اس سے سرِ مو تجاوز نہیں کر سکتا، اسی وجہ سے یہ حکم ہے کہ مقتدی جب دو یا اس سے

زیادہ ہوں تو امام کو آگے بڑھادیں اور خود پیچھے ایک سیدھ میں کھڑے ہو جائیں، اور اس طرح کہ شانہ سے شانہ ملا ہوا ہو۔ نگاہیں سجدہ گاہ پر جمی ہوئی ہوں سب کے سب ایک طرح ہاتھ باندھے ہوں، سب کا رخ قبلہ کی جانب ہو، صفیں سیدھی اور ہموار ہوں۔ کہ اگر کوئی صف کے ایک کنارہ سے دوسرے کنارہ تک خطِ مستقیم کھینچنا چاہے تو اس میں ذرا بھی فرق نہ آنے پائے،

اس ظاہری ہیئت کے ساتھ باطنی ہیئت بھی اچھی سے اچھی ہو، دل پر خشیت و محبّت کا پرتو نمایاں ہو اور یہ محسوس کر رہا ہو، کہ گو ہم اپنے آقا کو نہیں دیکھ رہے ہیں، لیکن وہ ہمیں دیکھ رہا ہے،

عہدِ نبوی میں صفوں کی درستی کا اہتمام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تاکید برابر رکھی، اور کبھی بھی صف کی ناہمواری برداشت نہیں فرمائی، بلکہ بذاتِ خود آپ نے اس صفوں کی درستی کا کام انجام دیا ہے۔ آپ کا دستور تھا کہ پہلے صفوں کی ہمواری ملاحظہ فرمالیتے پھر نماز شروع فرماتے۔ جس کو صف میں ناہمواری پیدا کرتے دیکھ لیتے، اس پر خفگی کا اظہار فرماتے، چنانچہ ایک دن ایسا ہوا کہ آپ نماز کے لئے آئے اور پیش امام پر کھڑے ہو گئے، تکبیر تحریمہ کہنا ہی چاہتے تھے کہ ایک شخص پر نظر پڑ گئی۔ جس کا سینہ صف سے نکلا ہوا تھا۔ یہ دیکھ کر آپ نے فرمایا۔

عباد اللہ لتسون صفوفکم او لیخالفن اللہ بین وجوھکم	اے بندگانِ خدا۔ یا تو تم اپنی صفوں کو برابر کرو یا پھر اللہ تعالیٰ تمہارے اندر مخالفت ڈال دیں گے

(مسلم ج ۱ ص ۱۸۲)

جس ظاہری اختلاف سے روکا گیا ہے، اگر اس کا لحاظ نہیں کیا جاتا، تو وہی اختلاف اور بعض کا بعض پر تاخر و تقدم، باطنی اور واقعی تنافرِ قلوب، حدوث کینہ، اور وحشت و عداوت کا موجب بن جاتا ہے جس کا اثر بڑھ کر شوکتِ اسلام اور نظامِ حیات پر پڑتا ہے اس سے بڑھ کر یہ کہ جب ایک قانونِ شرعی کی نافرمانی ہوتی ہے تو وہ دلوں کی تاریکی و کدورت

کا باعث بن جاتی ہے۔

صفوں کی درستی کے فائدے | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی صفوں کی درستی کو نظرانداز نہیں فرمایا آپ کا ارشاد تھا کہ تسویۂ صف نماز کے کمال سے ہے، صفیں جس قدر سیدھی اور ہموار ہوتی ہیں اور نمازی جتنا مل مل کر کھڑے ہوتے ہیں، اسی قدر نماز میں کیف ونشاط پیدا ہوتا ہے، اور دلوں میں روشنی پیدا ہوتی ہے۔

سووا صفوفکم فان تسویۃ الصفوف من تمام الصلوٰۃ (مسلم جلد ۱) | صفیں درست اور برابر کرو، کہ یہ چیز کمال نماز سے ہے

ایک دفعہ اقامت ہو چکی تھی، کہ آپ اپنے چہرۂ انور سے صفوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا

اقیموا صفوفکم وتراصوا فانی اراکم من وراء ظہری (بخاری) | تم اپنی صفیں ان کے حقوق کے ساتھ کھڑی کرو کیونکہ میں تم کو اپنے پیچھے کی طرف سے دیکھتا ہوں

اس قدرتی نظام میں اس کی پوری کوشش کی گئی ہے کہ مقتدی ایک منظم فوج کی طرح اپنے امام کی ماتحتی میں کھڑے ہوں، جو امام کے ایک ایک اشارہ کی پابندی کریں ساتھ ہی اس دینی فوج میں جو احکم الحاکمین کی اطاعت میں صف بستہ ہے کوئی انتشار، پراگندگی، شور و ہنگامہ اور نظم وضبط کے خلاف معمولی بات بھی پائی نہ جائے، تاکہ شیطان کو خوشی اور حملہ کا کوئی رخنہ نظر نہ آئے۔

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِہٖ صَفًّا کَاَنَّھُمْ بُنْیَانٌ مَّرْصُوْصٌ (صف - ۱) | اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو خاص طور پر پسند کرتا ہے جو اس کے راستہ میں اس طرح صف بستہ ہو کر لڑتے ہیں کہ گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں

کہیں سے بھی یہ نظر نہ آئے کہ اس سیسہ پلائی ہوئی دیوار میں کوئی نقص ہے اور ان کا کوئی فرد اپنے امیر اور کمانڈر کے حکم کے ذرہ برابر خلاف ہے تاکہ اس طرح باطن اور بھی گٹھ

جائے اور امیر کو ہرگز ہرگز یہ کہنے پر مجبور نہ کیا جائے۔

مالی اراکم عزین (مسلم ج۱ ص۱۸۱)	کیا بات ہے کہ تم کو بٹا ہوا دیکھتا ہوں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایک بات کھول کر بیان کر دی ہے، اور عملی تعلیم دے کر امت کے لئے شاہراہ قایم فرما گئے ہیں، ارشاد فرمایا۔

استووا ولا تختلفوا فتختلف قلوبکم (مسلم ج۱ ص۱۸۱)	برابر کھڑے ہو، اختلاف نہ ہو، کہ اس کا اثر تمہارے دلوں پر پڑے گا۔
وایاکم وھیشات الاسواق (مسلم ص۱۸۱)	صف بندی میں بازار کے سے شور وہنگامہ سے بچو،
رصوا صفوفکم وقاربوا وحاذوا بالاعناق فوالذی نفسی بیدہ انی اری الشیطان یدخل من خلل الصف	تم اپنی صفوں کو خوب درست کرو، مل مل کر کھڑے ہو، اور شانہ سے شانہ ملا رکھو بخدا میں شیطان کو صفوں کے شگاف میں گھستے دیکھتا ہوں۔

(ابوداؤد باب فی تسویۃ الصفوف)

ان سارے مسائل پر غور وفکر کی نظر دوڑا جائیں، اور ان کی دینی اور دنیاوی حکمتوں کو تلاش کر جائیں تو پتہ چلے کہ ان شرعی قوانین میں کتنے بے شمار فوائد مضمر ہیں۔

امام کی قربت صفوں میں شریعت نے ترتیب کا لحاظ رکھا ہے کہ امام سے جو جس قدر قریب ہوگا وہ اسی اعتبار سے فضائل کا مستحق قرار پائے گا۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ نزولِ رحمت کی ابتدار امام سے ہوتی ہے اور وہ بڑھ کر ساری صفوں کو اپنی آغوش میں لے لیتی ہے۔

اذا نزلت الرحمۃ علی اھل المسجد بدأت بالامام ثم اخذت یمینا ثم عطفت علی الصفوف (کنز العمال ج۴ ص۱۲۱)	اہل مسجد پر نزول رحمت کی ابتداء امام سے ہوتی ہے پھر وہ داہنے پھر تمام صفوں پر متوجہ ہوتی ہے۔

معلوم ہوا صف اول کو جو امام کے قریب ہوتی ہے دوسری صفوں پر یک گونہ فضیلت حاصل ہے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ صف اول کو کیا مرتبہ حاصل ہے تو پھر وہ جس طرح بھی ہو سکے صف اول ہی میں جگہ کے حصول کی کوشش کریں،

لو یعلم الناس ما فی النداء والصف	لوگوں کو اذان اور صف اول کی حیثیت
الاول ثم لم یجدوا الا ان	کا علم و یقین ہو جائے تو وہ اس کے حصول
یستھموا علیہ لاستھموا	کی جد وجہد کریں، چاہے قرعہ اندازی
(مسلم باب تسویۃ الصفوف واقامتہا ج۱ ص۱۸۲)	ہی کے ذریعہ کیوں نہ ہو۔

امام کے قریب کون لوگ ہوں | امام سے قریب ان لوگوں کو کھڑا ہونے کو کہا گیا ہے، جن لوگوں میں نیابت کی پوری صلاحیت پائی جاتی ہے تاکہ ضرورت کے وقت امام کی جگہ اس کے فرائض وہ انجام دے سکے، حدیث میں بھی اسی کی طرف اشارہ ہے۔

ارشاد نبوی ہے۔

لیلنی منکم اولوا الاحلام والنھی	میرے قریب تم میں سے ذی ہوش اور صاحب
ثم الذین یلونھم ثلاثا (مسلم ج۱ ص۱۸۱)	علم و فضل کو رہنا چاہیے اور پھر جو ان کے
	قریب ہوں۔

شاید یہ بھی مقصد ہو، کہ ایسا شخص امام سے (جو سب میں زیادہ ذی علم ہوتا ہے) طریقہ نماز اور دوسرے مسائل بآسانی اخذ کر سکے گا، یا اور اس طرح کے دوسرے فوائد بھی ہوں، مگر اتنی بات تو عیاں ہو گئی کہ جب امام کی قربت باعث فضائل ہے تو صف اول کو اور صفوف پر یقیناً فضیلت حاصل ہو گی، کہ وہ امام سے قریب تر ہوتی ہے، چنانچہ حدیث میں ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلٰی	بیشک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے دائیں

میامن الصفوف ماجہ ابوداؤد سے دعائے رحمت شروع کرتے ہیں

باب ان یلی الامام فی الصف)

یہ ترغیب اس لئے بھی ہے کہ نمازی پہلے پہنچ کر صف اول میں جگہ حاصل کرنے کی سعی کریں اور اس طرح فضائل اور دوسرے ذرائع سے اجر اور ثواب کے زیادہ سے زیادہ مستحق قرار پاسکیں۔ ان ساری حدیثوں کے پیش نظر یہ فیصلہ سہل ہو جاتا ہے مسجدوں کے اس نظام وحدت میں ارتقاء کا جذبہ ابھارا گیا ہے، جہاد کے ایک شعبہ کی جو سب کی روح ہے مشق کرائی گئی ہے اور امام کی عزت افزائی کی گئی ہے جو سرداری کے فرائض انجام دیتا ہے، اور اس طرح لوگوں کو اس کے ساتھ محبت و عقیدت کی تعلیم دی گئی ہے۔

اجتماعیت اور اخوت مساوات | پس یہ بات واضح ہو گئی کہ صفوں کی مشروعیت میں انفرادی زندگی کا خاتمہ ہے اور اجتماعی زندگی کی دعوت، عدل و مساوات کی تعلیم ہے اور اخوت و محبت کا سبق۔ جن کو اشاعت اسلام میں بنیادی حیثیت حاصل ہے۔

اسلام متفردانہ زندگی کی مذمت کرتا ہے قانونی طور پر بھی اور عملی نقطہ نظر سے بھی، انتشار و تشتت اور اختلاف و مخاصمت کو وہ ایک منٹ کے لئے برداشت نہیں کرتا اور ہر شعبہ زندگی میں اتحاد و اتفاق کا مظاہرہ اس کی سرشت میں داخل ہے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو دیکھ لیتے ہیں کہ وہ جماعت میں شریک نہیں، یا صف سے علیحدہ تن تنہا کھڑا ہے تو حیرت اور ناپسندیدگی کا اظہار فرماتے ہیں چنانچہ ایک دفعہ آپ نے ایک شخص کو دیکھا کہ صف کے پیچھے یکہ و تنہا نماز پڑھ رہا ہے، تو آپ نے زجر فرمایا اور نماز کے اعادہ کا حکم دیا[۱]۔

امام کا انتخاب | اب غور کرنا ہے کہ مقتدی کو جس امام کی پیروی کی اتنی سخت تاکید ہے اور شریعت نے جس کو یہ مرتبہ عطا کیا ہے، کیا وہ جگہ ہر شخص کو علم و فضل کا لحاظ کئے بغیر مل سکتی ہے؟ ہر ذی عقل یہ کہے گا کہ ایسا کیوں کر ہو سکتا ہے۔ یقیناً اس منصب جلیل کے لئے اس جماعت میں سے اس

---

[۱] ابوداؤد باب الرجل یصلی وحدہ خلف الصف

فرد کو منتخب کیا جائے گا، جو ان میں بہترین اخلاق و اطوار کا ہو، زہد و اتقاء کا مالک ہو اور علم و فضل میں سب سے بڑھا ہوا ہو۔

امام کس حیثیت کا ہونا چاہئے بلا شبہ وہ جب ایک ایسی مرکزی دینی عبادت کا پیشوا ہے جو افضل العبادات ہو اور ایک ایسے رکن کا ضامن بن رہا ہے، جو ارکان خمسہ میں دوسرا درجہ رکھتا ہے تو بلا شبہ ایسے شخص کو رذائل اخلاق، سوقیانہ اطوار، مذموم عادات اور ہر ایسی خصلت بد سے منزہ اور پاک ہونا چاہئے، جو شریعت کی نظر میں ناپسندیدہ ہے۔ ساتھ ہی مکارم اخلاق صفات محمودہ، خصائل پسندیدہ اور خدا شناسی و خدا ترسی کے اوصاف سے متصف بھی ہونا چاہئے۔

جس کو ہم خدا کے سامنے اپنا نمائندہ بنا رہے ہیں، حتی الوسع اس کے انتخاب میں ہمیں عقل و خرد سے کام لینا چاہئے، کہیں ایسا نہ ہو! اس میں بھی ہمارے سامنے وراثت و خاندان اور حسب نسب کا غلط مسئلہ آ جائے، امیر و فقیر کی بات دھوکہ نہ دے جائے، جس کی پروردگار عالم نے مذمت فرمائی ہے[1] بلکہ ان سب سے بالا تر ہو کر ہماری نگاہ اللہ تعالیٰ کے فرمان اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی راہ پر ہو یہ وہ عہدۂ جلیلہ ہے جسے خود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات سے زینت بخشی ہے، اور اس وقت تک جب تک ہوش و حواس نے ساتھ دیا خود ہی زینت بخشتے رہے مرض الوفات والی حدیث کے ضمن میں طبری کا یہ قول نقل کیا گیا ہے۔

انما فعل ذالک لئلا یعذر احد من الائمۃ بعدہ نفسہ بادنی عذر فیتخلف عن الامامۃ	یہ تو آپ نے اس لئے کیا، تاکہ آئندہ کوئی امام ادنی عذر کو حیلہ بنا کر امامت سے کترانہ جائے

(فتح الباری ج۲ ص۱۲۳)

---

[1] احکام القرآن للجصاص ج ۱ ص۲۶۵۔

(باقی آئندہ)